ان کنتم تحبون اللّٰہ ....الخ
محبت یا عشق......؟

تحریر: محمود مرزا جہلمی
چیف ایڈیٹر ہفت روزہ
''صدائے مسلم'' جہلم

اللہ تعالےٰ کی توفیق سے، قرآنی علوم کا جوتھوڑا بہتا علم مجھے حاصل ہے اور جتنی کچھ دسترس ذخیرۂ حدیث شریف میں ہے اسکی بنا پر کہتا ہوں کہ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ میں لفظ ''عشق'' استعمال نہیں ہوا۔ البتہ ایک مشہور مقولہ ضرور میرے علم میں ہے ''**العشق نار یحرق ماسوا الله**'' میں نے جیسا کہ عرض کیا ہے مجھے یہ کلمات حدیث شریف کے ذخیرہ میں نظر نہیں آئے۔ اگر کسی محترم قاری نے انہیں صحاح ستہ میں کہیں پایا ہو تو مجھے ضرور آگاہ فرمائیں۔ بہر حال میں اسے سردست مقولہ ہی کہوں گا۔

ان تمہیدی کی گزارشات کے بعد میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ آج کل جس کثرت سے کلمہ ''عشق'' اسلامی لٹریچر میں راہ پا گیا ہے، میرے لئے باعث حیرت ہے۔ قرآن شریف میں قصہ یوسف علیہ السلام میں ''امرأۃ عزیز'' کے متعلق مذکور ہوا ہے ﴿**قد شغفها حبا**﴾ اس کیفیت کو بعض اہل علم نے عشق سے تعبیر کیا ہے۔ اگر یہ عشق ہی تھا تو بھی...... اولاً: قرآن نے اس کیلئے ''حب'' کا کلمہ ہی برتا ہے، ثانیاً: یہ عشق تھا یا ''امرأۃ عزیز'' کا جنسی ہسیٹریا، اس کا فیصلہ بھی قرآن نے ہی کر دیا ہے۔ یہ عشق مجازی تھا یا حقیقی تھا، اس سے قطع نظر ''عنداللہ'' شیطانی عمل تھا، جسے رب یوسفؑ نے ''اپنی ''برہان'' دکھا کر اپنی قدرت کاملہ سے روکا اور اپنے نبی معصوم کی دامن عصمت کو صاف رکھا۔ قصہ گوحضرات نے یہاں بھی اپنی عادت کے بموجب بڑی زیادتی کی ہے اور ''امرأۃ عزیز'' اور زنان مصر کے ''کید'' کو عشق کی کاروائی قرار دے کر، اسے پسندیدہ فعل ثابت کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے۔ حالانکہ سیدنا یوسفؑ نے اس ناپاک کاروائی سے اپنی برأت اور نا تعلقی کا اثبات کیا ہے اور جب خواب کی تعبیر سن کر عزیز مصر نے انھیں قید سے نکالا اور انتظام سلطنت سنبھالنے کی دعوت دی تو یوسف نبی نے یہ شرط پیش کی کہ پہلے زنان مصر والے واقعہ کی تفتیش کی جائے اور انھیں بے گناہ مانا جائے۔ یہاں عزیز کی بیوی نے اقبال جرم کیا اور کہا کہ اسی نے یوسفؑ کو بہکانے کی کوشش کی تھی۔ ان تمام واقعات پر اگر قصہ گوحضرات من مانی کرتے ہوئے عشق ہی کا لفظ منطبق کرنے پر مصر ہیں تو بھی یہ بات قرآن نے ثابت کر دی ہے کہ یہ فعل عنداللہ بڑا ہی مذموم تھا اور اس جذبہ شر میں اللہ کا نبی ہرگز شریک نہ تھا۔ یوسفؑ نے اس گندی کاروائی سے اپنی لاتعلقی کا اثبات مکرر کرایا حالانکہ اس واقعہ مذمومہ کے فوراً بعد عزیز مصر کی موجودگی میں جب اس کی بیوی نے حضرت یوسفؑ پر تہمت طرازی کی تو محل

کے اندر ہی یہ فیصلہ ہو گیا تھا کہ انکا کُرتا چونکہ پیچھے سے پھٹا تھا، اس لیے وہ بے گناہ تھے، ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ واقعی عشق تھا اور عشق واقعی کوئی پاکیزہ جذبہ اور فعل محمود ہوتا ہے تو اولاً: اللہ تعالیٰ نے اپنی برہان دکھا کر اس کا وقوع پذیر ہونا کیوں روکا تھا اور اگر عشق واقعی کوئی شغل خیر ہوتا ہے تو اس سے یوسف نبی نے ایک بار نہیں بلکہ دو بار اپنی لاتعلقی کا اثبات کیوں کرایا تھا۔ اس لیے جنسی ہسٹیریا کو عشق کا نام دے کر اس کا جواز نکالنا اور اسے مجازی اور حقیقی کے خانوں میں تقسیم کرنا صرف اور صرف جنسی ناآسودگی کی تسکین اور صنفی تلذذ کی غرض سے ہے۔ ہمیں معلوم ہے لیلیٰ مجنوں، ہیر رانجھا، شیریں فرہاد نل اور اور دوعن کے قصوں میں اسکی بڑی بڑی جزئیات بیان کی گئی ہیں اور اسے کوئی جذبہ شریفہ ٹھہرایا گیا ہے۔ لیکن تہہ میں وہی سفلی جذبات کارفرما ہیں ہیر رانجھا کے قصہ عشق میں، اس جذبہ شریفہ کے سارے تاروپود اس وقت بکھر جاتے ہیں جب وارث شاہ توری کے پھول اور گھوڑے کی کنوتیوں جیسی تشبیہات کام میں لاتے ہیں۔ میاں رانجھا اپنے گورو بال ناتھ کی دہائی کے باوجود اپنے (نام نہاد جوگی کی لاج، وصل ہیر میں ڈبو دیتے ہیں۔ یہ ہے اس سارے قصہ کا نچوڑ العیاذ باللہ یہی ہے عشق کی وہ گنجی رمز جس کے گرد یہ اور اس قسم کے سارے قصے گھومتے ہیں انکا مرکزی کردار جو عاشق نامراد یا بامراد ہوتا ہے ، وہ تو ہیرو کہلاتا ہے اور اور ملا یعنی زاہد پاک باز، جو اسی قسم کی خرافات میں مانع ہوتا ہے، ولن کے منفی کردار کا نمائندہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے، حیرت تو اس وقت ہوتی ہے جب علمائے اسلام، برسر منبر رسول ﷺ اس قسم کی واہی فکر پر مبنی اشعار عشق حقیقی کی توصیف وتشریح میں گانے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ ان عشقیہ داستانوں میں، ان کے علم وزہد کی مٹی پلید کی جاتی ہے اور انہیں علمائے دین کے مقامِ ارفع سے گرا کر نیم خواندہ 'ظاہر بین' حقیقت سے ناآشنا اور معرفتِ الٰہیہ سے نابلد ''ملاں'' کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ افسوس ہوتا ہے کہ تصوف کا وہ پورا سسٹم جس کا مرکزی نقطہ عشق ہوتا ہے' جس میں عاشق کو عارف اور عالم کو ظاہر پرست کہا جاتا ہے' خود علماء اس کی تاکید کرتے ہیں اور اپنے لئے ''ملاں'' جیسے توہین آمیز القابات بصد خوشی قبول کر لیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام چونکہ تصوف سے مرعوب ہیں اور عشقِ حقیقی جیسی اصطلاحات کے قائل ہیں اور صرف اسی کلام کو سننے کیلئے تیار ہیں جس میں اس سسٹم کی عظمت بیان ہوتی ہو۔ وہ اس قدر گئے گزرے ہیں کہ سائیں غریب علی کے ڈھول کی تھاپ سے کلمہ طیبہ کی صدا سنتے ہیں' اس لیے علمائے اسلام نے مجبور ہو کر اس کی قبر پر ﴿**ألا ان أولياء الله ...... الخ**﴾ کا کتبہ نصب کر دیا ہے۔

یہ عشق کا سسٹم' دینِ تصوف ہے۔ اس کی اپنی خاص زبان ہے۔ خاص اصطلاحات ہیں یہ راہ سلوک ہے جس کا سالک' عاشق حقیقی ہے جو راہنمائی کیلئے حضور اقدس ﷺ کی طرف نہیں بلکہ شیخِ طریقت کی طرف دیکھتا ہے۔ یہاں باریکی یہ رکھی گئی ہے کہ نام ''عشقِ رسول'' کا لیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سسٹم' اس دینِ تصوف کے واضعین کو اچھی طرح معلوم

تھا کہ حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ پاک سے عام مسلمان کو بڑی محبت ہے' اس لیے انھوں نے' اس محبت کو عشق کا نام دے کر' عام مسلمانوں کو اپنے دامِ فریب میں پھانس لیا ہے اور عشقیہ داستانوں کو پنجابی کا قرآن اور فارسی کا قرآن ٹھہرا دیا ہے۔ عشقِ رسول ﷺ کا نام لے کر قوالوں کے طائفے گھر گھر طبلہ سارنگی بجا رہے ہیں اور ستم یہ کہ ان میں سے کسی نے نماز تک نہیں پڑھی اور نہ ہی شاید نماز ان کو یاد ہے۔ یہ نام نہاد عاشقانِ نبی ﷺ' جو عشقِ نبی ﷺ کا ثبوت ہارمونیم پر دیتے ہیں' دینِ محمدی کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے اور ان کی زندگیوں پر تعلیمات نبی ﷺ کا سایہ تک بھی نہیں پڑا ہوتا۔ یوں دراصل اس سارے سسٹم کی غرض و غایت اسی قدر ہے کہ امتِ محمدیہ ﷺ کو' عشق نبوی ﷺ کے نام پر' تعلیمات محمدیہ ﷺ سے دور کر دیا جائے اور وہ علمائے اسلام کی قرآن و حدیث پر مبنی وعظ و تبلیغ کا اثر قبول کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جائے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کام مسلمان بزرگوں نے کیا ہے۔ شیخِ اکبر شیخ اسماعیل اس دین کے موجد اور بانی ہیں مگر ہم اس بحث کو الگ رکھتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ یہ سسٹم اسلام دشمن قوتوں کو بڑا راس آتا ہے۔ کیونکہ اس سے اسلام کو عملی زندگی سے خارج کرنے کا سامان ہو جاتا ہے اور اس کی وہ نوعیت ختم ہو جاتی ہے' جو جہاد فی سبیل اللہ سے انقلابی پیغام دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی قوتوں کو کمزور کرنے کیلئے صوفی کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا ہے تاکہ پیغام محمدی ﷺ کی جگہ پیغام صوفی کو عام کیا جائے۔ صوفیا کی تعلیم کو پیغام محبت کے طور پر پیش کیا جائے جو لامحالہ یہ کہنے کے مترادف ہے کہ پیغام نبیؐ محبت سے معریٰ ہے اللہ تعالیٰ نے امت کیلئے تعلیمات محمدی ﷺ کو راہ ہدایت بنایا ہے نہ کہ تعلیمات صوفی کو! یہ ذخیرۂ ہدایت اس ذات والا صفات نے اپنی کتاب اور اپنے پیارے نبی ﷺ کی حدیث میں ہمیشہ کیلئے محفوظ فرما دیا ہے تاکہ امت تا قیامِ قیامت ان سے راہنمائی الیٰ صراط مستقیم حاصل کرتی رہے۔

عشقِ حقیقی جو مجازی سے شروع ہوتا ہے' اس بات کا مدعی ہے کہ اس کی آخری منزل مشاہدہ حق ہے۔ یہ ایسا دعویٰ ہے جس کی تردید قرآن پاک نے موسیٰ علیہ السلام کو ﴿لن ترانی﴾ کہہ کر' نہایت سختی سے کر دی ہے اور اگر اسے درست مان لیا جائے تو یہ امر محال ماننا پڑے گا کہ عاشق حقیقی کا مرتبہ انبیاء سے بلند تر ہے جو متفقہ طور پر نا قابل قبول ہے۔ اور پھر عاشقِ حقیقی مشاہدہ حق کے دوران جس واردات میں سے گزرتا ہے اور جو ہدایت اسے براہ راست حاصل ہوتی ہے' اس کے متعلق یہ عقیدہ مزید محال ہے کہ اس پر صرف عاشقِ حقیقی کی اپنی ہی شہادت کافی ہے۔ اس سے عقیدہ رسالت پر کاری ضرب لگتی ہے کیوں کہ نبی ﷺ اپنے پیغامِ ہدایت پر وحی کی شہادت پیش کرتے ہیں جبکہ عاشق حقیقی' مشاہدہ حق اور اپنے مشاہدات پر صرف اپنی ہی شہادت پیش کرتا ہے اور ساتھ اس طرح سے حاصل ہونے والے علم کو اخص الخواص کا علم اور شریعت اسلام کو ابتدائی درجے کا علم کہتا ہے گویا اسے وہ علم حاصل ہو جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو اور آپ ﷺ کے

ذریعے امت کو نہیں دیا ہے۔ العیاذ باللہ۔ یہ ہے مختصر روئیداد عشق حقیقی کی...... جس پر دینِ تصوف استوار ہے!

اس عشق و عاشقی کے کاروبار میں دلائل عشقیہ شعری قصوں سے دیئے جاتے ہیں۔ جنھیں ہم یہ کہہ کر مسترد کرتے ہیں کہ شعراء اسلام میں حجت نہ ہیں اور ان کے متبعین کو قرآن نے ''غاوون'' کہا ہے۔ للہٰذا یہ عقیدہ اور اس پر لائے جانے والے سارے دلائل نا قابل التفات ہیں۔ ہمارے قومی شاعر علامہ محمد اقبالؒ نے بھی بڑی کثرت سے لفظِ عشق برتا ہے لیکن پہلے اس سارے دین تصوف کو ''بتانِ عجم کے حیلے'' قرار دے کر مسترد کر دیا ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ ان کے ہاں یہ لفظ ان معروف معانی میں نہیں برتا گیا جن میں دین تصوف کے اندر برتا جاتا ہے۔

ان گزارشات کے بعد ضروری ہے کہ یہ بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہمیں عشق نہیں بلکہ محبت کرنا چاہیے اور آیت زیب عنوان یہی حکم دیتی ہے۔

ترجمہ: اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت ﴿تحبون الله﴾ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو میری اتباع کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا ﴿یحببکم الله﴾ لہٰذا قرآن میں محبت الٰہیہ کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ محبوب ہیں معشوق نہیں ہیں۔ اور اگر اس کے بندے اسکے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی اتباع کریں تو بندے اس کو محبوب ہو جائیں۔

اور اسی طرح حدیث شریف میں یوں آیا ہے اور یہاں بھی متن میں ''احب'' کا کلمہ ہی آیا ہے۔ (لا یؤمن أحدکم حتی أکون أحب الیه من والده و ولده والناس اجمعین) ''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ رسول اللہ ﷺ سے اپنی اولاد اور والدین اور سارے جہانوں کے انسانوں سے زیادہ محبت نہ کرے۔ قرآن کی طرح یہاں بھی ''اُحبّ'' ہی آیا ہے جس کا مادہ ''حب'' یعنی محبت ہی ہے۔ سو ہمارا یہ دعویٰ پایہ ثبوت کو پہنچا کہ قرآن یا حدیث میں لفظ عشق نہیں آیا بلکہ محبت ہی آیا ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے بھی اپنی حدیث میں اپنی سنت سے ہماری محبت کو اپنی ذات سے محبت قرار دیا ہے۔ قرآن بھی یہی درس دیتا ہے وہ شخص مومن ہی نہیں ہوسکتا جو حضور اقدس ﷺ کو اپنے تمام معاملات زندگانی چلانے اور تمام جھگڑوں کو مٹانے میں حَکم (فیصل) نہ تسلیم کرتا ہو۔ یہ مضمون' حدیث کے مضمون کی ہی تائید کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت صرف اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات کی اطاعت کی جائے اور آپ ﷺ کو ہدایت کی آخری اتھارٹی تسلیم کیا جائے۔ عشق سے مجنون جنم لیتے ہیں اور محمد ﷺ سے محبت سے صدیق اکبر پیدا ہوتے ہیں۔

عرفان میڈیکل سٹور میں کلینک کا افتتاح

مولانا اکرام الحق مدرس جامعہ علوم اثریہ کے بھائیوں نے عرفان میڈیکل سٹور (چوک اہل حدیث) میں کلینک کا آغاز کیا ہے اس موقع پر مولانا قطب شاہ نے دعائے خیر کی، ڈاکٹر سید پرویز فیصل گیلانی کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں۔